احمد امین اور انکی خود نوشت سوانح حیات

صفدر سلطان، شعبۂ عربی علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ

احمد امین کا شمار جدید مصر کے ممتاز اور منفرد ادیبوں میں ہوتا ہے وہ مصر کے ایک گاؤں سحرالا میں یکم اکتوبر ۱۸۸۶ء کو پیدا ہوئے ؎۱ ان کے والد انتہائی متقی، دیندار اور علم دوست فرد تھے۔ انہیں اپنے اولاد کی بہترین تربیت اور اعلیٰ تعلیم کا بیحد خیال تھا ؎۲ چنانچہ پانچ سال کی عمر میں انھوں نے احمد امین کو ایک مکتب میں داخل کردیا جہاں کا ماحول خالص مذہبی ماحول تھا لیکن عام مکاتب کی طرح یہاں بھی صفائی ستھرائی وغیرہ کا معقول نظم نہیں تھا۔ دس سال کی عمر میں انہیں ایک جدید طرز کے اسکول میں داخل کردیا گیا، جہاں تمام جدید سہولیات فراہم تھیں اور جدید مضامین مثلاً جغرافیہ، تاریخ اور حساب وغیرہ داخل نصاب تھے۔ چودہ برس کی عمر میں ان کے والد نے انھیں ازہر میں داخل کردیا۔ وہ یہاں کے جامد علمی ماحول اور کٹر دینی فضا سے مطمئن نہیں تھے لیکن والد کے دباؤ کی وجہ سے انہیں مجبور ہونا پڑا۔ ؎۳

ازہر میں کچھ دنوں تعلیم حاصل کرنے کے بعد انہیں طنطا کے ایک مدرسے میں عربی پڑھانے کا موقع مل گیا۔ لیکن رہائش وغیرہ کے معقول نظم نہ ہونے کی وجہ سے یہ قاہرہ واپس لوٹ آئے ؎۴ اسی دوران انہوں نے مصری یونیورسٹی کے ایک کالج میں داخلہ کی کوشش کی لیکن کامیابی نہیں ملی۔ خوش قسمتی سے انھیں اسکندریہ کے مدرسہ راتب پاشا میں تدریسی خدمات انجام دینے کے لئے تقرر مل گیا جہاں کے پرسکون اور علمی ماحول میں مطالعہ اور غور و فکر کے لئے کافی فرصت

؎۱ حیاتی، احمد امین ص: ۱۲۔ مکتبۃ الآداب قاہرہ ۱۹۵۲ء

؎۲ ایضاً ص ۱۷۔

؎۳ ایضاً ص ۵۳ — ۵۵۔

؎۴ ایضاً ص ۶۶ — ۶۷۔

ملی۔ یہاں انھیں شیخ عبدالحکیم بن محمد کی ملاقات کا شرف بھی حاصل ہوا جو گوناگوں علمی و دینی صلاحیتوں کے مالک تھے۔[1]

احمد امین اپنی اعلیٰ تعلیم کے لئے بیحد فکر مند تھے۔ اس لئے تدریس میں یہ پوری دلچسپی کا اظہار نہیں کر پا رہے تھے چنانچہ ۱۹۰۷ء میں جب مشہور مصری زعیم سعد زغلول نے مدرسۃ القضاء الشرعی کے قیام کا اعلان کیا تو انہوں نے فوراً اس میں داخلہ لے لیا۔ اس اسکول میں دینی علوم کے ساتھ عصری علوم کی تعلیم بھی دی جاتی تھی۔ مصر کے معروف عالم اور منتظم عاطف برکات اس اسکول کے پرنسپل تھے۔ احمد امین نے مدرسہ کی تعلیم، اس کے علمی ماحول اور پرنسپل کی شخصیت سے مکمل استفادہ کیا۔[2]

مدرسے سے فراغت کے بعد انھیں اس میں تدریس کے لئے منتخب کر لیا گیا۔ یہ اخلاق، تاریخ فقہ اور منطق پر لکچر دیا کرتے تھے۔ انگریزی سیکھنے کا موقعہ بھی انہیں اسی دوران حاصل ہوا مدرسے کے اساتذہ مختلف یونیورسٹیز اور کالجز کے تعلیم یافتہ تھے۔ ان کی علمی صلاحیتیں بھی مختلف نوعیتوں کی تھیں۔ ان کے ساتھ رہ کر احمد امین کو اپنے فکری و علمی نشو نما میں کافی مدد ملی۔ ان احباب ہی کے تعاون سے انھوں نے ۱۹۱۳ء میں "لجنۃ التالیف والترجمۃ والنشر" کے نام سے ایک تحقیقی ادارہ قائم کیا۔ جس کے وہ تاحیات ڈائرکٹر رہے۔ اس ادارے سے نکلنے والے رسالہ "الثقافۃ" کی ایڈیٹرشپ بھی ان ہی کے حصہ میں رہی۔[3]

۱۹۲۶ء میں جب کہ وہ بعض سیاسی اسباب کی وجہ سے مدرسۃ القضاء سے الگ ہو کر ازبکیہ میں قضاء کے فرائض انجام دے رہے تھے ڈاکٹر طٰہٰ حسین نے انہیں فواد یونیورسٹی میں تدریسی خدمات انجام دینے کی دعوت دی جسے انھوں نے معمولی پس و پیش کے بعد قبول کر لیا۔ یہاں انہیں فقہ کے ساتھ ادب، لغت اور گرامر پڑھانے کا موقعہ ملا۔ یونیورسٹی میں موجود یورپی اساتذہ سے

۱۔ حیاتی، احمد امین ص ۸۰۔

۲۔ ایضاً ص ۸۹ - ۱۰۸۔

۳۔ حیاتی، احمد امین ص ۱۵۵۔

بھی انھیں کافی فائدہ پہونچا۔ مستشرقین کے طریقۂ بحث و تحقیق سے براہ راست واقفیت کے بعد ان کی فکری زندگی میں واضح تبدیلیاں آئیں اور بحث و نظر کی نئی راہیں کھلیں جس کا اندازہ ان کی تصنیفات مثلاً فجرالاسلام، ضحی الاسلام، ظہرالاسلام اور یوم الاسلام وغیرہ سے بآسانی کیا جاسکتا ہے۔ یونیورسٹی میں آنے کے بعد مختلف علمی ضروریات کے تحت انھیں عرب اور بیرونِ عرب کا سفر کرنے کا موقعہ ملا جہاں مختلف کانفرنسز میں اپنے تحقیقی مقالات پیش کئے۔ [1] یونیورسٹی میں ان کی علمی سرگرمیوں کی قدر کی گئی۔ چنانچہ یکم اپریل ۱۹۲۹ء کو انہیں ڈین فیکلٹی آف آرٹس بنا دیا گیا۔ یہ ان کے لئے بہت بڑا علمی اعزاز تھا [2]

یونیورسٹی میں تدریس کے دوران انہیں مختلف اکیڈمیوں اور انجمنوں نے اپنی ممبرشپ عطا کی جن میں "المجمع العلمی بدمشق" اور "مجمع اللغۃ العربیہ بالقاہرہ" قابلِ ذکر ہیں۔ [3] اپنی علمی جد و جہد اور لگن کی وجہ سے انہوں نے ان سب کا حق ادا کیا۔ ۱۹۴۸ء میں انھیں مجلس کلیۃ الآداب اور مجلس جامعہ فواد اول نے ڈاکٹریٹ کی اعزازی ڈگری عطا کی۔ مصری حکومت نے ان کی خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے جائزہ فواد اول عطا کیا۔ [4]

الغرض احمد امین کی پوری زندگی علم و ادب کی خدمت میں گزری۔ تصنیف و تالیف ان کا محبوب مشغلہ تھا۔ محنت، جانفشانی، صبر، استقلال، آزادیٔ فکر اور آزادیٔ عمل ان کی زندگی کی نمایاں خصوصیات تھیں۔ مسلسل جد و جہد کی وجہ سے ان کے قویٰ مضمحل اور اعضاء جواب دے چکے تھے۔ آخر کار ۳۰ مئی ۱۹۵۴ء کو علم و ادب کا یہ تابناک ستارہ ہمیشہ کے لئے قاہرہ کے افق پر غروب ہوگیا۔ [5]

---

[1] ایضاً ص ۲۰۷ – ۲۴۶۔

[2] ایضاً ص ۲۵۵ – ۲۵۹۔

[3] مجلۃ المجمع العلمی بدمشق ج ۲۹ ص ۲۴۰۔

[4] ایضاً ص ۲۴۰۔

[5] المحافظۃ والتجدید، انور الجندی ص ۲۸۲۔

گرچہ احمد امین کو ادب، تاریخ، تنقید، تصنیف اور فقہ میں درک حاصل تھا۔ لیکن ادب اور تاریخ میں ان کو سب سے زیادہ شہرت حاصل ہوئی۔ فکری تنقید میں ان کی کتاب "النقد الادبی" کا نام ضرور لیا جاتا ہے لیکن زیادہ تر اخذ واستفادہ پر مشتمل ہے۔ ان کی تصنیفات میں ضحی الاسلام فجر الاسلام، یوم الاسلام اور ظہور الاسلام کو جدید دور کا علمی وادبی شاہکار مانا جاتا ہے ان تصنیفات میں انہوں نے اسلام کی فکری، علمی اور ثقافتی تاریخ کو انتہائی اچھوتے، دلنشیں اور سلیس انداز میں پیش کر دیا ہے۔ ادب کے پہلو سے ان کی کتاب "حیاتی" سر فہرست ہے۔ یہ ان کی خود نوشت سوانح حیات ہے۔ یہ مقالہ اسی کے تعارف پر مشتمل ہے۔

احمد امین کی کتاب "حیاتی" دراصل ان کی خود نوشت سوانح حیات ہے۔ یہ ان کی ان یادداشتوں کا مجموعہ ہے جو وقتاً فوقتاً لکھا کرتے تھے۔ بعد میں ان ہی یادداشتوں کو انہوں نے کتابی شکل دیدی احمد امین اس کتاب کے مقدمہ میں خود اسکی وضاحت کرتے ہیں۔

"اپنی زندگی کی تاریخ لکھنے کا خیال مجھ کو بچپن سے دامن گیر رہا ہے۔ چنانچہ میں اپنے سفر کی روداد، خاندان میں اپنے بی احوال اور ہر سال کے اہم اچھے برے واقعات کی تفصیلات برابر لکھتا رہا۔ ہاں یہ بات ضرور ہے کہ میرا یہ عمل کسی نظم کا باقاعدہ پابند نہیں تھا۔ ان میں کچھ وقفے بھی ہو جایا کرتے تھے۔ پھر میرے ذہن میں ان واقعات کی باقاعدہ ترتیب کا خیال پیدا ہوا۔ چنانچہ بچپن سے لیکر بڑھاپے تک کے واقعات کو یاد کرنے کے لئے میں نے ذہن پر زور ڈالا۔ جب مجھے کوئی نیا واقعہ یاد آجاتا تو میں اسے انتہائی اختصار کے ساتھ بلا کسی ترتیب کے نقل کر دیتا جب میں اس سے فارغ ہو گیا تو اپنی پہلے کی لکھی ہوئی یادداشتوں کو نکالا اور ان دونوں کو سامنے رکھ کر اس نئے انداز میں ترتیب دیدیا جس کو آج قارئین دیکھ رہے ہیں۔" [1]

اس کتاب میں احمد امین نے بچپن سے لیکر بڑھاپے تک کے اہم واقعات کو مرتب کرنے کی

[1] مقدمہ، حیاتی، احمد امین ص ۶-۷۔

کوشش کی ہے۔ اسطرح یہ کتاب ان کی علمی زندگی کی تاریخ بن جاتی ہے۔ ان کی زندگی یقیناً مرتب کئے جانے کے لائق تھی۔ عصر حاضر میں جو تجربات مختلف سطحوں پر انہیں حاصل ہوئے وہ اس دور کے بہت سے ادبار اور انشا پر دازوں کو حاصل نہیں ہو سکے۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ احمد امین نے اس کتاب میں بچپن، گھر، خاندان، والدین، اعزا و اقربا، ابتدائی مدارس، جامعہ ازہر، دوست واحباب، اساتذہ، سفرنامے، علمی ارتقاء، تجربات، ملازمت، غرض الغرض تمام چیزوں کی تفصیلات انتہائی سلیس اور دلنشیں انداز میں بیان کر دیا ہے۔ اس کتاب کا ہر اقتباس پڑھنے سے تعلق رکھتا ہے۔ طوالت سے گریز کرتے ہوئے یہاں صرف اقتباس پیش کیا جا رہا ہے۔ وہ اسکندریہ اپنے عربی شیخ عبدالحکیم سے ملاقات اور ان سے اخذ و استفادہ کے بعد اپنے تاثرات کا اظہار اس طرح کرتے ہیں:-

"ان کی ملاقات نے میری خامیوں کو دور کر دیا۔ میرے نفس میں وسعت پیدا کر دی اور میرے افق کو روشن کر دیا۔ میں کتاب کے علاوہ اور کوئی چیز نہیں جانتا تھا۔ انھوں نے مجھ کو بتایا کہ دنیا کتاب میں نہیں ہے" ۱؎

"مجھ پر غنودگی طاری تھی۔ انھوں نے مجھ کو بیدار کر دیا۔ میں اندھا تھا انھوں نے مجھ کو بصیرت بخشی اور میں تقلید کا عادی تھا انھوں نے مجھے آزادی سے روشناس کرایا۔" ۲؎

پوری کتاب اسی انداز میں لکھی گئی ہے۔ کتاب کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس میں بیک وقت عقل کی چمک دمک، جذبات کا اضطراب اور فن کی رنگ آمیزیاں شامل ہیں۔ انیس المقدسی اس کتاب کے بارے میں اپنے تاثرات کا اظہار کرتے ہوئے لکھتے ہیں:-

"احمد امین کی یہ کتاب ان یادداشتوں کا مجموعہ ہے جنہیں وہ وقتاً فوقتاً لکھا کرتے تھے۔ پھر جب وہ اپنی زندگی کے آخری مرحلے میں داخل ہوئے تو انہیں یکجا کر دیا

۱؎ حیاتی، احمد امین ص ۔ ۷۶۔

۲؎ ایضاً ص ۔ ۸۰۔

اب یہ ایک کتاب کی شکل میں انتہائی شاندار اسلوب، نادر ردیف اور سہے لہجہ میں منظر عام پر آئی ہے۔ مطالعہ کرنے والا جب ان کا مطالعہ کرتا ہے تو وہ دیکھتا ہے کہ مؤلف کی پرورش، پرداخت، نشو و نما اور مختلف مراحل ارتقا کا عمل کیسے مکمل ہوا اور کیسے اس نے دنیائے علم و ادب میں ایک شاندار مقام بنا لیا" [1]

"حیاتی" کے بارے میں ایک عام خیال یہ ہے کہ اسکی ترتیب و تدوین میں ڈاکٹر طٰہٰ حسین کی کتاب کو پیش نظر رکھا گیا ہے۔ اس کی وجہ یہ بتائی جاتی ہے دونوں کی سیرت میں کافی مشابہت ہے۔ دونوں کی پرورش ایک ایسے ماحول میں ہوئی جس پر جدید تہذیب و تمدن کی روشنی نہیں پڑتی تھی۔ دونوں نے پہلے ازہر میں تعلیم حاصل کی اور جبہ و عمامہ پہنا لیکن پھر اسے اتار پھینکا اور عصری زندگی میں داخل ہو گئے۔ اس طرح دونوں نے عصری بود و باش کو چھوڑ کر جامعی بود و باش اختیار کر لیا اور دونوں نے اپنی زبان اور اپنی قوم کی گراں قدر خدمات انجام دی" [2]

لیکن طٰہٰ حسین اور احمد امین میں سیرت کے اس اشتراک کے باوجود طرز تالیف اور بعض دیگر امور میں کافی تفاوت ہے۔ احمد امین نے علمی اسلوب میں بات پیش کی ہے اور طٰہٰ حسین نے شعری اسلوب میں۔ دراصل دونوں کی ثقافت اور طبیعت میں کافی فرق تھا۔ طٰہٰ حسین زندگی اور اسکے ہنگاموں سے ربط و تعلق قائم کر کے رہنا پسند کرتے تھے۔ اور احمد امین زندگی سے بھاگتے تھے اور گوشۂ عافیت تلاش کرتے تھے۔ اس کی مزید تفصیل انور الجندی کی زبانی ملاحظہ کیجئے۔

"احمد امین اپنی زندگی کے واقعات کو ایک سچے مورخ کی طرح پیش کرتے ہیں انہیں اس سے کوئی مطلب نہیں ہوتا کہ عبارت کی خوبصورتی اور حسن باقی ہے کہ نہیں؟ جب کہ طٰہٰ حسین پہلے زندگی کے کچھ واقعات کو لیتے ہیں پھر ان کی ملمع کاری کرتے ہیں اور انہیں آراستہ کر کے پیش کرتے ہیں" [3]

---

[1] الفنون الادبیہ، انیس المقدسی ص ۶۰ - ۶۱

[2] ایضاً

[3] اضواء علی الادب العربی المعاصر، انور الجندی ص ۴۷

"خلاصۂ کلام یہ ہے کہ" الأیام" ذات کے گرد گردش کرنے والی ایک طویل گفتگو ہے اور" حیاتی" میں معاملہ اس کے بالکل برعکس ہے اس لئے کہ اس کے مؤلف کے یہاں نفس سے متعلق گفتگو سخت مشکل کام ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ الأیام میں اسلوب اور شکل وصورت ہے اور" حیاتی" میں قصے اور واقعات ہیں۔"[1]

استاذ احمد حسن زیات نے" حیاتی" کا مطالعہ کرنے کے بعد اپنے جن تأثرات کا اظہار کیا ہے ان میں" الایام" پر بھی گفتگو آ گئی ہے۔ بہتر معلوم ہوتا ہے کہ اس کا ایک اقتباس پیش کر دیا جائے کیونکہ احمد حسن زیات کا تعلق طٰہٰ حسین اور احمد امین دونوں سے بہت گہرا رہا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:-

"میں" حیاتی" کو پڑھ کر وہی لذت اور کیف محسوس کر رہا ہوں جو مجھے" الایام" کو پڑھ کر محسوس ہوئی تھی۔ یہ عجیب وغریب قسم کی لذت ہے۔ میں نے اپنی ادبی زندگی میں ان دونوں کتابوں کے مطالعہ سے پہلے ایسی لذت کبھی محسوس نہیں کی تھی۔ اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں ہے کہ یہ دونوں کتابیں ایک ہی طرز پر لکھی گئی ہیں بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ دونوں اسلوب اور فن کے علاوہ کسی دوسری چیز کے ذریعہ ہمارے دلوں اور احساسات کو موہ لیتی ہیں۔ میرے نزدیک یہ چیز نفسانی جمال، صراحت اور تفصیل ہے۔"[2]

احمد امین کے بارے میں یہ کہا جاتا ہے کہ وہ انشائیہ داز نہیں تھے بلکہ وہ ایک عالم، مؤرخ اور ادیب تھے۔ احمد امین کی کتاب" حیاتی" پر بھی مذکورہ قول کا اطلاق ہوتا ہے۔ انہوں نے اس میں اپنی سنجیدگی، وقار، علمیت اور تاریخ نویسی کو پوری طرح ملحوظ رکھا ہے۔ اس سلسلے میں عباس محمود عقاد کا یہ تبصرہ بیحد موزوں معلوم ہوتا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:-

"اکثر سوانح نگار علمی اور فکری مباحث، مسائل اور مشکلات کا سامنا کرنے سے احتراز کرتے ہیں لیکن وہ انشار پرداز جو مسائل حیات اور مسائل علم پر غور کرنے

---

[1] اضواء علی الادب العربی المعاصر، انور الجندی ص ۷۳ -

[2] وحی الرسالہ، احمد حسن زیات ۳/۲۱۱ - ۲۱۲ -

ضمن میں آگئی ہے" ۔[1]

احمد امین کی علمی طبیعت اور عقلی مزاج پر انور الج...

" احمد امین اپنی کتاب " حیاتی " میں ادیب ...

ان کی تمام تحریریں عقلی ہیں وجدانی نہیں۔ ا...

ازہر کو خیرباد کہا اور جبہ و عمامہ اتار ...

میں طٰہٰ حسین کی طرح جرأت ...

تھی لیکن انہوں نے ...

اس کی وجہ ...

... نے ثقافتوں کیساتھ ساتھ تاریخ کو ...
ہے۔ ان کی اس کتاب میں مصر کے ایک پورے دور کی تاریخ سمٹ گئی ہے۔ اسی طرح
مقامات پر تبصروں کے ذریعہ مصر کی معاشرتی زندگی کا ایک بہترین نقشہ ...
آجاتا ہے۔ اس کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ اس میں حق بات کہنے کی کوشش کی گئی
کہ مصنف نے فیصلوں اور احکام کے حدود میں حق و انصاف کے تقاضوں کو اس...
رکھا ہے جتنا کہ ممکن تھا۔ چنانچہ ان کی تحریروں میں صداقت اور سچائی کا عنصر ...
نمایاں ہے۔ تاریخی پہلو سے اس کی عظمت کا اعتراف کرتے ہوئے استاذ احمد حسن ...
ہیں :-

۱؎ بین الکتب والناس، عباس محمود عقاد ص ۲۴ ۔

۲؎ أضواء علی الادب العربی المعاصر، انور الجندی ص ۷۲ ۔

"احمد امین کی یہ کتاب (حیات ...
مصر کی تاریخ ہے۔ یہ صحیح ...
... کے نصف ...

... گئی ...

... کی

... پروفیسر ... احمد صدیقی ...

تین تذکرے

... کی ... "مجمع الانتخاب" ... الشعراء اور ...
... میں ... سے مرتب کیا گیا ہے وہ سب اپنے مؤلفین
کی ... سے گذر چکے ہیں ... ان کا متن مستند ہے۔ ادبیات اردو کے
... تذکرے نہایت اہم اور بنیادی ماخذ کی حیثیت رکھتے ہیں۔

تلخیص نگار نثار احمد فاروقی صاحب
مجموعی صفحات ...
قیمت مجلد ۳۰ روپے
ملنے کا پتہ: مکتبہ برہان اردو بازار جامع مسجد دہلی ۱۱۰۰۰۶